idara
عمامہ، ٹوپی
اور کرتا
رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؒ
اور سلف صالحین کی سیرتوں کی روشنی میں
مولانا فضل الرحمن اعظمی

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

(الحشر ۷)

عمامہ، ٹوپی اور کرتا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ، تابعین عظام اور سلف صالحین
کی سیرتوں کی روشنی میں

مولانا فضل الرحمٰن اعظمی

فہرستِ مضامین

عمامہ، ٹوپی اور کرتا

احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہؓ و تابعینؒ کے اقوال و افعال اور
اعمال سلف صالحین کی روشنی میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و علیٰ آلہ و صحبہ و امتہ
اجمعین الیٰ یوم الدین۔ اما بعد

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر ادا ایک سچے اور شیدائی امتی کے لئے نہ صرف قابل اتباع بلکہ مر مٹنے کے قابل ہے۔ خواہ اس کا تعلق عبادات سے ہو یا روز مرہ کی عادات نشست و برخاست، رفتار و گفتار، طعام و لباس وغیرہ سے۔ اس لئے محبت رسول سے آشنا امتی کو ہر وقت ان چیزوں کی تلاش میں رہنا چاہئے۔ اور حتی الوسع کوشش کرنی چاہئے کہ ان کو اپنی زندگی میں داخل کرے اور جن چیزوں پر عمل مشکل ہو ان کو بھی اچھی اور محبت بھری نگاہ سے دیکھے، اور عمل نہ کرنے پر ندامت اور افسوس محسوس کرے۔

اس سلسلہ میں یہ جان لینا چاہئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں دو قسموں پر مانی گئی ہیں۔

۱۔ سُنَنِ ھُدیٰ۔ ۲۔ سُنَنِ زوائد۔

علامہ شامی نے ان دونوں کی تفسیر اس طرح کی ہے۔

سنن ھدیٰ: وہ سنتیں ہیں جن پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم یا آپؐ کے بعد خلفائے راشدین نے مواظبت فرمائی ہو۔ اور یہ مکملات دین سے ہوتی ہیں اور قریب بہ واجب علیہ اس لئے ان کا تارک گمراہ تصور کیا جاتا ہے اور ان کا ترک اسائت وکراہت قرار پاتا ہے۔ جیسے اذان، اقامت اور جماعت کی نماز۔

سنن زوائد: وہ سنتیں ہیں جن پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی مواظبت فرمائی ہو کہ وہ عادت بن گئی ہوں، شاذ ونادر کبھی چھوڑا ہو۔ لیکن مکملات دین اور شعائر دین میں سے نہیں۔ اس لئے ان کے ترک کو اسائت وکراہت نہیں کہا جاتا۔ مثلاً حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ لباس، قیام اور قعود میں اور قرآت اور رکوع وسجود کو طویل کرنا۔

اور ایک چیز نفل ہے۔ یہ فرض وواجب اور سنت کی دونوں قسموں کے سوا ہے۔ اسی میں مستحب ومندوب بھی داخل ہیں اس کے پسندیدہ ہونے کی کوئی عام یا خاص دلیل ہوگی، لیکن اس پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت نہیں فرمائی ہوگی۔ اسی لئے اس کا درجہ سنن زوائد سے کم ہے، ہاں کبھی اس کا اطلاق عام معنیٰ میں ہوتا ہے۔ یعنی فرض وواجب سے زائد اس وقت اس میں سنن رواتب اور موکدہ سنتیں بھی داخل ہوتی ہیں۔ جیسے فقہ میں کہتے ہیں۔

باب الوتر والنوافل۔ اس میں سنن موکدہ بھی ذکر کرتے ہیں۔

(ردالمحتار جلد ا صفحہ ۷۰ نعمانیہ)

علامہ شامی نے اس تحقیق کو ذکر کرکے لکھا ہے کہ یہ تحقیق کسی اور کتاب میں تم کو نہیں ملے گی۔ (شامی صفحہ ۷۰، وضو کی سنتوں کا بیان)

اس سے معلوم ہوا کہ لباس وغیرہ میں بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع سنت ہے اور اس میں بہت خیر وبرکت ہے اگرچہ اس کو ترک کرنے سے گمراہی یا کراہت لازم نہیں آتی۔

(تنبیہ) یہ تقسیم لباس سے متعلق ان امور کے لئے ہے جن کے بارے میں امر ونہی نہیں

وارد ہوئی ہے ورنہ مثلاً ٹخنے سے نیچے کرتہ، پائجامہ اور لنگی کا لٹکانا مکروہ ہے۔ اس لئے کہ اس کی ممانعت آئی ہے۔ ریشمی کپڑا مرد کے لئے پہننا ناجائز ہے۔

تفاخر کا لباس بھی منع ہے، اسی طرح ستر عورت کا چھپانا واجب ہے، ایسا لباس پہننا جس سے شرمگاہ نہ چھپے جائز نہیں۔ یا ایسا تنگ لباس پہننا کہ شرمگاہ کی ہیئت نمایاں ہو، مکروہ ہے۔ وغیر ذالک۔

عمامہ

عمامہ کے بارے میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ نے شمائل ترمذی کی شرح خصائل نبوی میں لکھا ہے کہ "عمامہ کا باندھنا سنت مستمرہ ہے، نبی اکرم فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عمامہ باندھنے کا حکم بھی نقل کیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے کہ عمامہ باندھا کرو اس سے حلم میں بڑھ جاؤ گے۔ (فتح الباری)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کسی نے پوچھا کیا عمامہ باندھنا سنت ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں سنت ہے۔ (عینی)

ایک حدیث میں آیا ہے عمامہ باندھا کرو، عمامہ اسلام کا نشان ہے اور مسلمان اور کافر میں فرق کرنے والا ہے۔ (عینی خصائل نبوی صفحہ ۲۸ باب العمامہ ملخصاً)

عمامے سے متعلق احادیث

عمامے سے متعلق بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں، کچھ صحیح، کچھ ضعیف، کچھ موضوع۔ علامہ عبدالرؤف مناوی مصری متوفی ۱۰۳۱ھ شرح شمائل ترمذی میں لکھتے ہیں۔

عمامہ سنت ہے خاص طور سے نماز کے لئے۔ اور تجمل کے ارادہ سے۔ اس لئے کہ اس میں بہت سی احادیث ہیں۔ اور بہت سی جو بہت ضعیف ہیں۔ ان کا ضعف کثرت طرق سے دفع ہو جاتا ہے۔ اور اکثر کو موضوع سمجھنا تساہل ہے۔ (حاشیہ جمع الوسائل شرح الشمائل جلد ۱ صفحہ ۱۶۵)

عمامہ سے متعلق مرفوع احادیث

(۱) حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عمامے[۱] اور موزوں پر مسح کرتے دیکھا۔ (بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۳۳)

(۲) حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے مروی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور سر کے اگلے حصہ میں نیز عمامہ اور موزوں پر مسح فرمایا۔ (مسلم شریف جلد ۱ صفحہ ۱۳۴)

(۳) حضرت عمرو بن حریثؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا تو آپؐ کے (سر کے) اوپر کالا عمامہ تھا۔ (مسلم شریف جلد ۱ صفحہ ۴۳۹ و ابن ابی شیبہ جلد ۸ صفحہ ۲۴۳)

دوسری روایت میں ہے کہ میں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کالا عمامہ دیکھا۔

(شمائل ترمذی صفحہ ۸، ابن ماجہ صفحہ ۲۵۶)

(۴) حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپؐ (کے سر) پر کالا عمامہ تھا۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۴۳۹، ترمذی صفحہ ۳۰۴ وقال ہٰذا حدیث حسن صحیح و ابن ماجہ صفحہ ۲۵۶)

(۵) حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے دن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپؐ پر کالا عمامہ تھا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۵۶ و ابن ابی شیبہ جلد ۸ صفحہ ۲۴۷)

فائدہ: ان سب روایات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کالا عمامہ باندھنا ثابت ہوا یہ تمام روایات بالکل صحیح ہیں۔

(۶) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (مرض وفات میں) خطبہ دیا تو آپؐ پر کالا عمامہ تھا۔ (شمائل ترمذی صفحہ ۹ باب عمامۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم و بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۵۳۶)

---

[۱] صرف عمامہ پر مسح کرنا اکثر ائمہ کے یہاں جائز نہیں۔ اس سے وضو نہیں ہوگا۔ ہاں سر کے چوتھائی حصہ پر مسح کرنے کے بعد عمامہ پر مسح کرنے سے فرض ادا ہو جائے گا اور وضو صحیح ہو جائے گا۔ حدیث نمبر ۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ایسا ہی کیا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

روایت میں عصابۃ وسماء کا لفظ ہے، اور عصابہ ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے، جو لپیٹی جائے اور عمامہ بھی لپیٹا جاتا ہے اس لئے اس میں کوئی استبعاد نہیں۔

دوسرا ترجمہ اس کا یہ ہوگا۔ چکنی پٹی، یعنی سر مبارک پر آپؐ پٹی (شاید درد سر کی وجہ سے) باندھے ہوئے تھے جو (شاید تیل لگنے کی وجہ سے) چکنی تھی۔

(۷) حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی نیا کپڑا پہنتے تو اس کا نام لیتے عمامہ یا کرتا یا چادر پھر فرماتے۔ اے اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے یہ مجھے پہننے کو دیا۔ میں اس کی خیر مانگتا ہوں اور اس خیر کو جس کے لئے یہ بنایا گیا، اور اس کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور اس شر سے جس کے لئے بنایا گیا۔ (ترمذی جلد ا، صفحہ ۳۰۶ اور اس کو حسن بتایا۔ نیز مستدرک جلد ۴، صفحہ ۱۹۲ اور حاکم نے مسلم کی شرط کے مطابق صحیح بتایا۔ اور ذہبی نے بھی اس سے موافقت کی)۔

(۸) حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے دیکھا۔ آپؐ پر قطری عمامہ تھا آپؐ نے عمامہ کے نیچے اپنا ہاتھ داخل فرمایا اور سر کے اگلے حصہ کا مسح فرمایا۔ اور عمامہ کو نہیں کھولا۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۹)

قطری:- یہ ایک قسم کی موٹی کھردری چادر ہوتی ہے۔ سفید زمین پر سرخ دھاگے کے مستطیل بنے ہوتے ہیں۔ اس قدر کہ سفید رنگ پر سرخی غالب ہوتی ہے۔ اس روایت سے سرخ رنگ کے عمامہ کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے۔ (بذل المجہود شرح ابوداؤد جلد ا صفحہ ۸۸)

(۹) عبدالرحمٰن سلمیؒ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ حضرت بلالؓ سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وضوء کے متعلق پوچھ رہے تھے تو انہوں نے بتایا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ضرورت کے لئے جاتے تو میں پانی حاضر کر دیتا حضرتؐ وضو فرماتے۔ عمامہ اور آنکھوں کے کناروں پر ہاتھ پھیرتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۱)

بعض نسخوں کے لحاظ سے یہ حدیث بھی معتبر ہے۔ (بذل المجہود جلد ا، صفحہ ۹۳)

ان تمام روایات سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ باندھنا معلوم ہوتا ہے۔

(۱۰) حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ محرم، کرتا، عمامہ، پائجامہ اور ٹوپی (ایک خاص قسم کی جس کو برنس کہتے ہیں) ۔ نہیں پہن سکتا۔

(بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۲۰۹ و جلد ۲ صفحہ ۸۶۳ و دیگر کتب حدیث)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگ یہ کپڑے پہنتے تھے۔ اس میں عمامہ بھی مذکور ہے۔ دیگر بہت سی روایات آرہی ہیں۔ جن سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا ٹوپی اور عمامہ کا پہننا ثابت ہوتا ہے۔

عمامہ میں شملہ لٹکانا

عمامہ باندھنے میں یہ طریقہ بہتر ہے کہ شملہ لٹکایا جائے یعنی اس کے نیچے یا اوپر والے کنارے کو یا دونوں کو لٹکایا جائے۔ اور لٹکانے میں بہتر صورت یہ ہے کہ پیچھے لٹکایا جائے زیادہ معتبر روایات میں یہی صورت آئی ہے۔ شملہ نہ لٹکانے کو بھی بعض علماء نے جائز بتایا ہے۔

(جمع الوسائل جلد ۱ صفحہ ۱۶۸)

(۱۱) حضرت عمرو بن حریثؓ سے روایت ہے کہ میں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر دیکھا۔ آپؐ پر کالا عمامہ تھا۔ اس کے دونوں کناروں کو آپؐ نے اپنے دونوں شانوں کے درمیان (یعنی پیچھے) لٹکایا تھا۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۴۴۰ و ابن ابی شیبہ جلد ۸ صفحہ ۲۳۹ و ابن ماجہ صفحہ ۲۵۶ و ابو داؤد صفحہ ۵۶۳)

(۱۲) عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ میں عبد اللہ بن عمرؓ کے ساتھ تھا۔ ایک نوجوان نے ان سے عمامہ کے شملہ کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ میں اس کو جانتا ہوں تم کو صحیح بتاؤں گا۔ فرمایا میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں تھا۔ حضرتؐ کے ساتھ یہ صحابہ بھی تھے۔ ابو بکر، عمر، عثمان، علی، ابن مسعود، حذیفہ، ابن عوف اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم یہ کل ۱۰ افراد ہوئے۔ ایک انصاری نوجوان آیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرکے بیٹھ گیا..... حضرت اس

کی طرف متوجہ ہوئے۔ (کچھ نصیحت فرمائی) پھر عبدالرحمٰن بن عوف کو حکم دیا کہ ایک دستہ جانے والا ہے اس کے لئے تم تیار ہو جاؤ۔ صبح کو عبدالرحمٰن تیار ہو کر آ گئے۔ کالے رنگ کا سوتی عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے قریب کیا ان کا عمامہ کھولا اور سفید رنگ کا عمامہ باندھا اور پیچھے چار انگل یا اس کے قریب لٹکایا اور فرمایا۔ ابن عوف اس طرح عمامہ باندھا کرو یہ واضح اور بہتر ہے۔ (یا یہ مطلب ہے کہ یہ عربی اور بہتر طریقہ ہے)۔

پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ جھنڈا عبدالرحمٰن بن عوف کو دے دو۔ الحدیث (مستدرک حاکم جلد ۴ صفحہ ۵۴۰) حاکم نے کہا یہ حدیث بخاری و مسلم میں نہیں آئی ہے لیکن اس کی سند صحیح ہے، ذہبی نے بھی اس سے موافقت کی۔ علامہ ہیثمی نے فرمایا کہ اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا اور اس کی سند حسن ہے۔ (مجمع الزوائد جلد ۵ صفحہ ۱۲۳)

(۱۳) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ غزوہ خندق کے دن میں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ دحیہ کلبیؓ کی شکل کے ہیں۔ ایک سواری پر سوار اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چپکے چپکے باتیں کر رہے ہیں ان کے سر پر عمامہ ہے اور اس کا کنارہ لٹکایا ہوا ہے۔ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو فرمایا کہ وہ جبرئیل علیہ السلام تھے مجھے اللہ کا حکم دیا کہ بنی قریظہ کی طرف نکلوں۔

(مستدرک حاکم جلد ۴ صفحہ ۱۹۳)

حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ بخاری و مسلم نے اس کی تخریج نہیں کی ہے ذہبی نے بھی کہا صحیح ہے۔

(۱۴) حضرت عائشہؓ ہی سے مروی ہے کہ ایک آدمی ترکی گھوڑے پر سوار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اس پر عمامہ تھا۔ دونوں شانوں کے درمیان اس کا کنارہ لٹکا رکھا تھا۔ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو فرمایا۔ تم نے ان کو دیکھ لیا تھا۔ وہ جبرئیل علیہ السلام تھے۔ (مستدرک حاکم ایضاً)

(۱۵) حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب عمامہ باندھتے تو دونوں شانوں کے درمیان (شملہ) لٹکاتے تھے۔ نافع (ابن عمرؓ کے شاگرد) فرماتے ہیں کہ ابن

عمرؓ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ عبید اللہ (اس حدیث کے ایک راوی) فرماتے ہیں کہ میں نے قاسم اور سالم کو دیکھا کہ یہ دونوں بھی ایسا کرتے تھے۔ (ترمذی جلد ۱ صفحہ ۳۰۴)

ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔ صاحب تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی فرماتے ہیں کہ ترمذی نے اس پر صحت یا حسن کا کوئی حکم نہیں لگایا۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔ حدیث عمرو بن حریث جو مسلم میں آئی ہے اس کی تائید کرتی ہے اور دیگر حدیثیں بھی۔ (تحفہ جلد ۳ صفحہ ۵۰)

مشکوٰۃ میں ہے کہ ترمذی نے اس کو روایت کیا اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(صفحہ ۳۷۴)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب مشکوٰۃ کے پاس ترمذی کا جو نسخہ تھا اس میں غریب کے ساتھ حسن بھی تھا۔ غالباً غریب کے چھپے ہوئے بعض نسخوں میں ہم نے بھی لفظ حسن دیکھا ہے۔

(۱۶) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو عمامہ باندھا اور چار انگل لٹکایا اور فرمایا کہ جب میں آسمان پر گیا تھا تو اکثر فرشتوں کو عمامہ باندھے ہوئے دیکھا تھا۔ (طبرانی نے اس کو نقل کیا۔ ان کی اسناد ضعیف ہیں۔ مجمع الزوائد جلد ۵ صفحہ ۱۲۳)

(۱۷) حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو ان پر کالا عمامہ تھا اور اس کے کناروں کو پیچھے لٹکایا تھا۔ (اس کو طبرانی نے نقل کیا اس میں عبید اللہ بن تمام ایک راوی ضعیف ہیں)۔ (مجمع الزوائد جلد ۵ صفحہ ۱۲۳)

(۱۸) حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب عمامہ باندھتے تو عمامہ کو آگے اور پیچھے لٹکاتے۔ (طبرانی نے اس کو معجم اوسط میں روایت کیا اس میں حجاج راوی ضعیف ہیں۔ (مجمع الزوائد جلد ۵ صفحہ ۱۲۳)

(۱۹) ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو والی بنا کر بھیجتے تو اس کو عمامہ باندھتے اور داہنی طرف کان کی جانب عمامہ کو لٹکاتے۔ (یہ طبرانی کی روایت ہے اس میں جمیع نامی ایک راوی ضعیف ہیں)۔ (مجمع الزوائد جلد ۵ صفحہ ۱۲۳)

(۲۰) ابو عبدالسلام کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ سے پوچھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح عمامہ باندھتے تھے تو فرمایا کہ عمامہ کے بیچ کو اپنے سر پر لپیٹتے تھے اور پیچھے اس کو داخل کر دیتے تھے اور دونوں شانوں کے درمیان اس کو لٹکاتے تھے۔ (طبرانی نے اوسط میں اس کو روایت کیا اس کے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں۔ سوائے ابو عبدالسلام کے لیکن وہ بھی ثقہ ہیں۔

(مجمع الزوائد جلد ۵ صفحہ ۱۲۳ و فتح القدیر جلد ۵ صفحہ ۲۱۳)

(۲۱) عبدالرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو عمامہ باندھا تو آگے اور پیچھے لٹکایا۔ (ابو داؤد صفحہ ۵۶۴) اس میں ایک راوی مجہول ہیں۔

(۲۲) حضرت عبادہؓ سے مروی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم عمامہ باندھا کرو اس لئے کہ وہ فرشتوں کی علامت ہے اور پیچھے اس کو لٹکایا کرو۔ (بیہقی نے شعب الایمان میں اس کو روایت کیا)۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۷۷)

(۲۳) حضرت ابن عمرؓ سے بھی یہ حدیث مروی ہے (طبرانی نے اس کو روایت کیا اس میں ایک راوی بقول دار قطنی مجہول ہے) (مجمع الزوائد جلد ۵ صفحہ ۱۲۳)

(۲۴) حضرت ابن عباسؓ سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔ یہ بھی ضعیف ہے۔

(فتح صد حد صفحہ ۲۶۲)

(۲۵) ایک صاحب حضرت ابن عمرؓ کے پاس آئے اور پوچھا کہ ابو عبدالرحمٰن (یہ ابن عمر کی کنیت ہے) کیا عمامہ سنت ہے؟ فرمایا ہاں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عوف سے فرمایا کہ جاؤ اپنے کپڑے اپنے اوپر لٹکالو اور اپنا ہتھیار پہن لو چنانچہ انہوں نے ایسا کیا پھر وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ آپؐ نے ان کے کپڑے کو لے کر عمامہ باندھا تو آگے اور پیچھے لٹکایا۔ (عمدۃ القاری جلد ۲۱ صفحہ ۳۰۷ عن کتاب الجہاد ابن ابی عاصم)

(۲۶) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو سوتی کالا عمامہ باندھا اور آگے اتنا سا باقی رکھا۔ (عمدۃ القاری جلد ۲۱ صفحہ ۳۰۷ عن ابن ابی شیبہ)

شاید اتنا سا کہتے ہوئے انگلی سے کچھ اشارہ کیا ہوگا جو روایت میں مذکور نہیں۔ اگلی روایت اس کو واضح کر رہی ہے۔

(۴۷) ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عوفؓ کو کالا عمامہ باندھا اور پیچھے چار انگل کے بقدر لٹکایا اور فرمایا کہ اس طرح عمامہ باندھا کرو۔

(عمدۃ القاری جلد ۲۱ صفحہ ۳۰۷)

ان دونوں روایتوں میں آگے اور پیچھے کا جو اختلاف ہے اس کو متعدد واقعات پر محمول کر سکتے ہیں۔ اس سے پہلے نمبر ۱۲ پر ابن عوف کا واقعہ گذرا۔ اس میں اور ان میں عمامہ کے رنگ کے بارے میں جو اختلاف ہے اس کا بھی یہی جواب ہے۔

(۴۸) عبداللہ بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے موقعہ پر حضرت علیؓ کو بھیجا تو کالا عمامہ باندھا اور پیچھے اور بائیں مونڈھے کی طرف سے لٹکایا۔

(عمدہ جلد ۲۱ صفحہ ۳۰۷)

عبدالاعلی بن عدی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو غدیر خم کے موقعہ پر بلا کر عمامہ باندھا تو عمامہ کا شملہ پیچھے کی طرف لٹکایا پھر فرمایا کہ اسی طرح عمامہ باندھا کرو۔ اس لئے کہ یہ عمامہ اسلام کی نشانی ہے اور مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان فرق کرنے والی چیز ہے۔ (عمدۃ القاری جلد ۲۱ صفحہ ۳۰۸ عن معرفۃ الصحابہ لابی نعیم)

عبدالرحمن بن عبداللہ بن سعد رازی کہتے ہیں کہ میرے والد نے اپنے والد صاحب سے نقل کیا کہ انہوں نے بخارا میں ایک آدمی کو دیکھا جو خچر پر سوار تھے اور کالا عمامہ پہنے ہوئے تھے۔ کہہ رہے تھے کہ یہ عمامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پہنایا ہے۔ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۹۹ و تحفہ جلد ۲ صفحہ ۲۰۶) ان صحابی کا نام عبداللہ بن خازم تھا جو امیر خراسان ہوئے۔ (تحفہ ایضاً)

عمامہ کی مقدار

ملا علی قاری جمع الوسائل شرح شمائل میں لکھتے ہیں۔

کہ شیخ جزری نے لکھا ہے کہ میں نے کتابوں کو تلاش کیا سیرت و تاریخ کی کتابیں بھی دیکھیں کہ کہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ کی مقدار مل جائے لیکن مجھے کچھ نہیں ملا تا آنکہ مجھے ایک ایسا شخص ملا جس پر مجھے اعتماد ہے اس نے بتایا کہ امام نووی نے لکھا ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو عمامے تھے۔ ایک چھوٹا، دوسرا بڑا، چھوٹے کی مقدار سات ذراع اور بڑے کی مقدار بارہ ذراع تھی۔ (تصحیح مصابیح عن شیخ جزری)

ملا علی قاری آگے لکھتے ہیں کہ المدخل کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ سات ذراع کا تھا۔ چھوٹے بڑے کی کوئی تفصیل نہیں۔ (جمع الوسائل جلد ۱ صفحہ ۱۶۸)

ملا علی قاری نے مرقاۃ میں بھی یہی بات لکھی ہے۔ جزری کا مذکورہ قول علامہ عبدالرؤف مناوی نے بھی شرح شمائل ترمذی میں ذکر کیا ہے۔

علامہ سیوطی نے الحاوی فی الفتاوی میں فرمایا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ شریف کی مقدار کسی روایت سے ثابت نہیں۔ (تحفۃ الاحوذی جلد ۳ صفحہ ۵۰)

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری لکھتے ہیں کہ جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ کی مقدار اتنی اور اتنی تھی اس کو کسی دلیل سے ثابت کرنا چاہئے صرف دعویٰ کرنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ (تحفۃ الاحوذی جلد ۳ صفحہ ۴۹)

حضرت شیخ محمد زکریا رحمۃ اللہ لکھتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ کی مشہور مقدار روایات میں نہیں ہے۔ طبرانی کی ایک روایت میں سات ذراع آئی ہے۔ بیجوری نے ابن حجر سے اس کا بے اصل ہونا نقل کیا ہے۔ (خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی صفحہ ۷۰)

علامہ عبدالرؤف مناوی نے ابن حجر ہیثمی سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ کے طول وعرض کے بارے میں جیسا کہ بعض حفاظ نے

فرمایا کوئی بات محقق نہیں، باقی طبرانی میں اس کے طول کے بارے میں جو آیا ہے کہ وہ سات ذراع تھا اور کسی اور نے حضرت عائشہؓ سے جو نقل کیا کہ سات ذراع لمبا اور ایک ذراع چوڑا تھا اور یہ کہ سفر میں سفید اور حضر میں کالا اونی تھا اور بعض نے اس کے برعکس کہا اور یہ کہ اس کا شملہ سفر میں اس کے سوا کا ہوتا تھا اور حضر میں اسی عمامہ کا ہوتا تھا۔ یہ سب بے اصل ہے (اس کا کوئی ثبوت نہیں) (شرح مناوی للشمائل مع جمع الوسائل جلد ۱ صفحہ ۱۷۰)

ان نقول سے معلوم ہوا کہ فن کے ان ماہرین اور محققین کو عمامہ کی مقدار کے بارے میں کوئی قابل اعتبار روایت نہیں مل سکی، اس لئے یہ کہنا مناسب ہوگا کہ اس سلسلہ میں کوئی تحدید نہیں۔ جس کو لوگ عمامہ سمجھیں اس سے یہ سنت ادا ہو جائے گی۔ واللہ اعلم بالصواب

مفتی عزیز الرحمٰن صاحب دیوبندیؒ لکھتے ہیں۔ تولیہ، اور رومال ٹوپی پر باندھنا مکروہ نہیں یعنی عمامہ کے طور پر باندھنا بلکہ اطلاق عمامہ کا اس پر ہوگا اور باندھنے والا مستحق ثواب ہوگا کہ اس میں تحدید شرعی نہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم مبوب مکمل جلد ۱ صفحہ ۱۵۹)

علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی تقریروں میں عمامہ سے متعلق یہ ارشادات موجود ہیں۔

خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ لفظ زینت یہ چاہتا ہے کہ آدمی جب مسجد میں آئے تو اچھی سے اچھی حالت میں ہو۔ چنانچہ حدیث وفقہ نے اس کو بیان کیا ہے۔ حدیث میں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ نماز میں سات ذراع کا تھا۔ اور فقہ میں ہے کہ تین کپڑوں میں نماز پڑھنا مستحب ہے ان میں سے ایک عمامہ بھی ہے۔

(فیض الباری جلد ۲ صفحہ ۸)

نیز فرماتے ہیں۔ شیخ شمس الدین جزری نے فرمایا کہ میں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ کی مقدار کی جستجو کی تو شیخ محی الدین نووی کے کلام سے معلوم ہوا کہ حضرت کا عمامہ تین طرح کا تھا۔ ایک تین ہاتھ کا۔ دوسرا سات ہاتھ کا۔ تیسرا بارہ ہاتھ کا۔ یہ ہاتھ آدھے گز کا ہوتا ہے۔ تیسرا عمامہ عیدین کے لئے تھا۔ (فیض الباری جلد ۴ صفحہ ۳۷۵)

حوالۂ ترمذی میں فرماتے ہیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ اکثر اوقات میں تین

ذراع کا تھا۔ پانچوں نمازوں کے لئے سات ذراع کا تھا۔ اور جمعہ و عیدین میں بارہ ذراع کا تھا۔

(العرف الشذی مع الترمذی جلد ۱ صفحہ ۳۰۲)

(تنبیہ) علامہ کشمیریؒ کی ان تقریروں میں تین ذراع کا جو ذکر ہے۔ ہم کو کسی اور کتاب میں دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ شیخ جزری کا کلام ملا علی قاری اور عبدالرؤف مناوی کی کتابوں سے گذرا اس میں صرف ۷ اور ۱۲ کا ذکر ہے تین کا نہیں۔ اسی طرح پانچوں نمازوں اور عیدین وغیرہ کی تفصیل بھی کسی اور کتاب میں نظر سے نہیں گذری۔ واللہ اعلم بالصواب

اور عمامہ کی مقدار جب تک حدیث کی کسی کتاب میں نہ مل جائے۔ متعین نہیں کی جا سکتی۔ حضرت کشمیریؒ کا یہ فرمانا کہ حدیث میں ہے کہ سات ذراع کا تھا تو سوال یہ ہے کہ کس حدیث میں؟ ائمہ فن کا کلام آپ نے دیکھا ان کو کوئی معتبر حدیث اس بارے میں نہیں مل سکی اس لئے حضرت کشمیری کا یہ کلام محل نظر ہے۔ ہاں فقہ میں ضرور مذکور ہے چنانچہ کبیری شرح منیۃ المصلی میں مذکور ہے کہ نماز تین کپڑوں میں مستحب ہے ان میں ایک عمامہ بھی ہے۔ (کبیری صفحہ ۳۴۳) اس لئے عمامہ کا مستحب ہونا تسلیم ہے لیکن اس کی کوئی مقدار معلوم نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

عمامہ اور نماز

علامہ کشمیری کے کلام سے معلوم ہوا کہ عمامہ کے ساتھ نماز مستحب ہے۔ لیکن ترکِ مستحب سے کراہت لازم نہیں آتی۔ فرماتے ہیں عمامہ کا ترک میرے نزدیک مکروہ نہیں اور کراہت کی تصریح صرف۔ فتاویٰ دینیہ کے مصنف کی ہے۔ یہ سندھ کے عالم ہیں۔ مجھے ان کا مرتبہ معلوم نہیں۔ میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ ان شہروں میں کراہت ہے جہاں اس کو شئے محترم سمجھا جاتا ہو، اور جہاں اس کا اہتمام نہ ہو وہاں کراہت نہیں۔ (فیض الباری جلد ۲ صفحہ ۸) اسی طرح کی بات علامہ عبدالحلیم لکھنوی نے بھی فرمائی ہے۔ (نفع المفتی والسائل صفحہ ۷۰)

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا۔ بلا عمامہ امامت

کرنا درست بلا کراہت ہے اگرچہ عمامہ پاس رکھا ہو۔ البتہ عمامہ سے ثواب زیادہ ہوتا ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۲۲۴)

اور عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنے پڑھانے پر بہت اصرار بھی ٹھیک نہیں اس کو واجب کے درجہ میں نہ سمجھا جائے ہاں مستحب کے درجہ میں مانتے ہوئے ترغیب دی جائے گی۔ علماء نے یہی لکھا ہے۔ (کتب فتاویٰ)

عمامہ کو ٹوپی پر باندھنا

(۲۹) حضرت رکانہؓ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سُنا۔ فرما رہے تھے کہ ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق ٹوپی پر عمامہ باندھنا ہے۔

ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند درست نہیں اور ہم ابوالحسن عسقلانی اور ابن رکانہ کو نہیں پہچانتے۔ (ترمذی جلد ا صفحہ ۳۰۸)

(۳۰) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹوپی پہنتے تھے عمامہ کے نیچے اور بغیر عمامہ کے بھی اور عمامہ باندھتے تھے بغیر ٹوپی کے اور یمنی ٹوپی پہنتے تھے اور وہ سفید (درمیان میں روئی وغیرہ رکھ کر) سلی ہوئی تھی اور لڑائی میں کان والی ٹوپی پہنتے تھے۔ اور کبھی ٹوپی نکال کر اپنے سامنے سُترہ کے طور پر رکھ لیتے اور نماز پڑھتے اور آپ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ اپنے ہتھیار اور جانور اور سامان کا نام رکھ لیتے (اس کو رویانی نے اپنی مسند میں اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں نقل کیا اور یہ ضعیف روایت ہے)۔ (الجامع الصغیر مع فیض القدیر للمناوی جلد ۵ صفحہ ۲۴۷)

علامہ مناوی فرماتے ہیں کہ روایت میں یہ جو مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹوپی بغیر عمامہ کے پہنتے تھے تو ظاہر یہ ہے کہ ایسا آپ گھر میں کرتے تھے۔ جب باہر نکلتے تھے تو ظاہر یہ ہے کہ بغیر عمامہ کے نہیں نکلتے تھے۔ (فیض القدیر جلد ۵ صفحہ ۲۴۷)

مناوی کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے خیال میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر ہمیشہ عمامہ پہنتے تھے۔ واللہ اعلم بالصواب

حافظ عراقی شرح ترمذی میں فرماتے ہیں کہ ٹوپی کے بارے میں سب سے عمدہ اسناد وہ جو ابوالشیخ نے ذکر کی ہیں۔ جس میں حضرت عائشہؓ کا یہ بیان ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں کان والی ٹوپی پہنتے تھے۔ اور حضر میں چپکی ہوئی یعنی شامی۔ اور اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عمامہ ٹوپی کے اوپر باندھنا مستحب اور مندوب ہے۔ (فیض القدیر جلد ۵ صفحہ ۲۴۶)

عراقی اور مناوی کے کلام سے معلوم ہوا کہ ان کے خیال میں عمامہ ٹوپی کے اوپر باندھنا بہتر ہے اسی طرح کا مفہوم ملا علی قاری وغیرہ کی عبارت سے بھی نکلتا ہے۔ جو انہوں نے ترمذی کی حضرت رکانہؓ والی مذکورہ حدیث کی شرح میں لکھی ہے۔ بلکہ ملا علی قاری اور علامہ مناوی دونوں نے شمائل ترمذی کی شرح میں ابن الجوزی سے بعض علماء کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ صرف ٹوپی پہننا مشرکین کی ہیئت ہے۔ (شرح شمائل جلد ا صفحہ ۱۹۵ و ۱۹۸)

تحفۃ الاحوذی میں ابن الجوزی کے بجائے جزری لکھا ہے۔ (تحفۃ الاحوذی، جلد ۳ صفحہ ۴۹)

لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت رکانہؓ کی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہم ٹوپی پر عمامہ باندھتے ہیں اور مشرکین ٹوپی کے بغیر باندھتے ہیں۔ شیخ الہندؒ، علامہ کشمیری اور مولانا خلیل احمدؒ نے یہی مطلب لیا ہے۔ (انوار المحمود جلد ۲ صفحہ ۳۴۲)

یہ ہمارے اور ان کے درمیان فرق ہے اس سے صرف ٹوپی کا مشرکین کی ہیئت ہونا لازم نہیں آتا۔ نیز وہ حدیث ضعیف ہے۔ علاوہ بریں حضرت ابن عباس کی روایت میں صرف ٹوپی پہننا مذکور ہے گو وہ بھی ضعیف ہے۔

اس لئے یہ کہنا مناسب ہوگا کہ تمام صورتیں جائز ہیں۔ عمامہ بغیر ٹوپی کے اور ٹوپی بغیر عمامہ کے لیکن ٹوپی پر عمامہ باندھنا سب سے افضل ہے۔

اس لئے کہ عمامہ باندھنا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی طرح صحابہ کرامؓ کا صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

مناوی شرح شمائل میں شرح زیلعی سے نقل کرتے ہیں کہ سر سے لپٹی ہوئی ٹوپی اور بلند

(روئی وغیرہ ڈال کر) سی ہوئی ٹوپی یا اس کے علاوہ گول اور ٹوپی عمامہ کے نیچے پہننے یا بغیر عمامہ کے پہننے میں کوئی حرج نہیں۔ اس لئے کہ یہ سب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے اور اسی سے بعض حضرات نے بعض علاقوں کے اس رواج کی تائید پیش کی ہے کہ وہاں لوگوں نے عمامہ بالکل ترک کر دیا اور علماء کرام سفید ٹوپی پر چادر ڈال لیتے ہیں اور اس سے پہچانے جاتے ہیں لیکن افضل عمامہ ہے۔ (جلد ۱ صفحہ ۱۹۵)

صحابۂ کرامؓ وسلف صالحینؒ اور عمامہ

۱۔ بخاری شریف میں ایک یہودی ابو رافع عبداللہ بن ابی الحقیق کے قتل کا قصہ تفصیل سے مذکور ہے۔ اس کو بیان کرتے ہوئے حضرت عبداللہ ابن عتیک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں چاندنی رات میں گر گیا اور پنڈلی ٹوٹ گئی۔ میں نے عمامہ سے اس کو پٹی کی طرح باندھ لیا اور چل دیا۔ (بخاری شریف طبع پاکستان جلد ۲ صفحہ ۵۷۷)

اس سے معلوم ہوا کہ عبداللہ بن عتیکؓ جب اس مہم پر روانہ ہوئے تو عمامہ باندھے ہوئے تھے یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا واقعہ ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے ان کو ایک جماعت کے ساتھ بھیجا تھا۔

۲۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ صحابۂ کرامؓ سجدہ کرتے تھے اور ان کے ہاتھ ان کے کپڑوں میں ہوا کرتے تھے اور ان میں بعض اپنی ٹوپی اور عمامہ پر سجدہ کیا کرتے تھے۔ (اس کو عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ امام بخاری نے بھی اس کو تعلیقاً ذکر کیا ہے)۔

(فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۴۹۳)

۳۔ بخاری شریف کی ایک لمبی روایت میں مذکور ہے۔ جعفر ابن امیہ ضمری فرماتے ہیں کہ میں عبید اللہ ابن عدی کے ساتھ نکلا۔ وحشی کے پاس پہنچا..... اور عبید اللہ اپنے عمامہ کو اس طرح لپیٹے ہوئے تھے کہ وحشی ان کی آنکھوں اور پاؤں کے سوا کسی چیز کو نہیں دیکھ رہے تھے۔

(بخاری جلد ۲ صفحہ ۵۸۳)

یہ عبید اللہ صحابی ہیں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ کما ذکرہ ابن حبان۔

(اصابہ ابن حجر جلد ۵ صفحہ ۷۵)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ عبید اللہ پورے جسم پر کپڑے پہنے ہوئے تھے اور عمامہ میں اپنے چہرہ کو چھپا رکھا تھا۔

۳۔ ابو عمر فرماتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ ابن عمرؓ کو دیکھا تھا کہ ایک عمامہ خریدا جس میں نقش و نگار تھے۔ پھر قینچی منگوائی اور اس کو کاٹا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۵۹)

مصنف ابن ابی شیبہ کی آٹھویں جلد میں بہت سے صحابۂ کرام اور تابعین کے عمامہ کا تذکرہ ہے۔ متعدد لوگوں کے بیانات متعدد صحابہ اور تابعین کے بارے میں مذکور ہیں۔ مختصراً وہ یوں ہیں۔

۵۔ روای کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ پر کالا عمامہ دیکھا اس کے کنارے کو پیچھے لٹکائے ہوئے تھے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۸ صفحہ ۲۳۴)

۶۔ دوسری روایت میں ہے کہ کالا عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ اور اس کو آگے اور پیچھے لٹکائے ہوئے تھے۔ (ایضاً جلد ۸ صفحہ ۲۳۵)

۷۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے دن حضرت علیؓ پر کالا عمامہ تھا۔

(ایضاً جلد ۸ صفحہ ۲۳۴)

۸۔ حضرت انسؓ پر کالا عمامہ تھا جو ٹوپی کے پیچھے تقریباً ایک ذراع لٹکائے ہوئے تھے۔

(ابن ابی شیبہ جلد ۸ صفحہ ۲۳۵)

۹۔ حضرت عمرؓ پر کالا عمامہ تھا۔ (ابن ابی شیبہ ایضاً)

۱۰۔ حضرت عبد الرحمٰنؓ پر کالا عمامہ تھا۔ (ایضاً جلد ۸ صفحہ ۲۳۴ و ۲۳۵)

۱۱۔ حضرت ابو الدرداءؓ پر کالا عمامہ تھا۔ (ایضاً جلد ۸ صفحہ ۲۳۴ و ۲۳۵)

۱۲۔ نافع کہتے ہیں کہ عبد اللہ ابن عمرؓ عمامہ باندھتے تھے اور دونوں شانوں کے درمیان لٹکاتے تھے۔ عبید اللہ ابن عمر کہتے ہیں کہ ہمارے مشائخ (نافع وغیرہ) نے ہم کو بتایا کہ صحابۂ کرام

کو انہوں نے دیکھا کہ عمامہ باندھتے اور شانوں کے درمیان لٹکاتے۔ (ایضاً جلد ۸، صفحہ ۲۴۰)

اس مضمون کا کچھ حصہ حدیث نمبر ۱۴ میں بھی گزرا ہے۔

۱۳۔ عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا کہ عمامہ باندھے ہوئے ہیں اور اس کو آگے اور پیچھے لٹکائے ہوئے ہیں اور میں نہیں کہہ سکتا کہ ان دونوں میں کون زیادہ طویل ہے۔ (ابن ابی شیبہ ایضاً)

۱۴۔ ابن الزبیرؓ کو دیکھا کہ عمامہ کے دونوں کناروں کو اپنے آگے لٹکائے ہوئے ہیں۔

(ابن ابی شیبہ ایضاً)

۱۵۔ سُلیمان بن ابی عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے مہاجرین اولین کو پایا کہ سوتی عمامے باندھتے تھے۔ کالے، سفید، سُرخ، ہرے اور زرد رنگ کے، عمامہ کو سر پر رکھتے پھر ٹوپی رکھتے پھر عمامہ کو اس طرح یعنی اس کے بیچ پر لپیٹتے تھوڑی کے نیچے سے اس کو نکالتے نہیں تھے۔

(جلد ۸، صفحہ ۲۴۱)

۱۶۔ حضرت زید بن ثابتؓ پر لنگی چادر اور عمامہ دیکھا گیا۔ (ابن ابی شیبہ ایضاً)

۱۷۔ حضرت اُسامہؓ عمامہ باندھتے تو اس صورت کو مکروہ سمجھتے تھے کہ داڑھی اور حلق کے نیچے اس کو کریں۔ (ابن ابی شیبہ ایضاً)

۱۸۔ حضرت واثلہؓ پر کالا عمامہ تھا۔ (ایضاً جلد ۸، صفحہ ۲۴۳)

۱۹۔ حضرت ابونضرہؓ پر بھی (ایضاً) اپنی گردن کے نیچے اس کو لٹکائے ہوئے تھے۔

(ایضاً جلد ۸، صفحہ ۲۴۰)

۲۰۔ حضرت حسین بن علیؓ پر بھی کالا عمامہ تھا۔ (ایضاً جلد ۸، صفحہ ۲۴۳)

محمد بن الحنفیہ اور حسن بصری پر بھی کالا عمامہ تھا۔ نیز شعبی اور سعید بن جُبیر پر سفید عمامہ ہونا بھی ابن ابی شیبہ میں مذکور ہے۔ (جلد ۸، صفحہ ۲۳۹، ۲۴۰)

قاضی شُریح اور سالم و قاسم کا پیچھے عمامہ کا لٹکانا بھی مذکور ہے۔ (ایضاً صفحہ ۲۴۰)

حضرت شریح ایک پیچ کے ساتھ عمامہ باندھتے تھے۔ (ایضاً صفحہ ۲۳۱)

عمامہ کا رنگ

اب تک جو روایات گزریں ان سے عمامہ کے رنگ کا پتہ چلتا ہے۔ کالے رنگ کا عمامہ صحیح روایتوں میں مذکور ہے۔ سفید رنگ کا بھی مستدرک حاکم اور طبرانی کی روایت سے ثابت ہے۔

قطری کا ذکر بھی ابو داؤد سے ہو چکا ہے جس میں سرخی (غالب) ہوتی تھی۔ ان روایات سے ان کے رنگ کے بارے میں توسع معلوم ہوتا ہے۔ دوسری طرف یہ دیکھئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید کپڑے پہننے کا حکم دیا ہے۔ فرمایا

وعليكم بالثياب البيض فالبسوها فانها اطيب واطهر وكفنوا فيها موتاكم اخرجه احمد و اصحاب السنن والحاكم وصححه، وفي حديث ابن عباس فانها من خير ثيابكم اخرجه احمد و اصحاب السنن الا النسائي وصححه الترمذي وابن حبان۔ (فتح الباری جلد ۱۰ صفحہ ۲۸۳)

مناوی شرح زیلعی سے نقل کرتے ہیں کہ کالے عمامہ کا پہننا مسنون ہے۔ اس لئے کہ اس کی حدیث وارد ہوئی ہے۔ اور جو بھی ہو عمامہ میں افضل سفید ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کالے عمامہ کا پہننا اور ملائکہ کا بدر کے دن پیلے عمامہ کے ساتھ اترنا اس کے منافی نہیں اس لئے کہ اس وقت کچھ خاص مقاصد اور مصلحتیں رہی ہوں گی جن کی وجہ سے یہ رنگ اختیار کئے گئے۔ جیسا کہ بعض بڑے علماء نے اس کو بیان فرمایا ہے اس لئے صحیح حدیث میں سفید کپڑوں کے پہننے کا جو عام حکم آیا ہے۔ اور یہ کہ سفید رنگ زندگی اور موت دونوں میں بہترین ہے۔ وہ اپنی جگہ عموم کے ساتھ باقی ہے اس طرح کے واقعات اس کے منافی نہیں۔ (شرح شمائل للمناوی جلد ۱ صفحہ ۱۶۵) اور مناوی نے خود بھی یہی فرمایا ہے۔ (فیض القدیر جلد ۱ صفحہ ۵۵۶)

عمامہ کی فضیلت

عمامہ کی خاص فضیلت کیا ہے؟ تو معلوم ہونا چاہئے کہ عمامہ کی سنیت جب ثابت ہے تو کوئی خاص فضیلت نہ بھی ثابت ہو تب بھی محض سنت ہونا ہی اس کی فضیلت ہے مثلاً سفید لباس کا حکم حدیث میں دیا گیا۔ اس لئے سفید کپڑا پہننا افضل ہوگا۔ خواہ کوئی خاص فضیلت اور ثواب کی کثرت نہ معلوم ہو۔ ایسے ہی عمامہ کو بھی سمجھنا چاہئے۔

اس کے علاوہ عمامہ کی فضیلت میں متعدد روایات وارد ہوئی ہیں۔ ان میں زیادہ تر ضعیف ہیں۔ اور کچھ موضوع۔ ضعیف چوں کہ متعدد ہیں اس لئے ان کے مجموعہ سے قوت پیدا ہو گئی۔

سخاوی مقاصد حسنہ میں لکھتے ہیں۔

۱۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمامے عربوں کے تاج ہیں۔ اور گوٹ باندھ کر بیٹھنا ان کی دیوار ہے اور ان کا مسجد میں بیٹھنا ان کا رباط ہے۔ (دیلمی نے اس کو روایت کیا)۔

۲۔ حضرت علیؓ سے اسی مضمون کی حدیث مرفوعاً مروی ہے، اس کو قضاعی نے روایت کیا۔

۳۔ امام زہری سے ان کا قول اس مضمون کا مروی ہے۔ اس کو بیہقی نے نقل کیا۔ ابن عباس کی مذکورہ روایت میں یہ بھی ہے کہ عرب کے لوگ جب عمامہ رکھ دیں گے تو اپنی عزت کھو بیٹھیں گے۔ ایک روایت میں یوں ہے عمامے مومن کا وقار ہیں۔ اور عربوں کی عزت، جب عرب اپنے عمامے کو رکھ دیں گے تو عزت بھی چلی جائے گی۔ (اس کو دیلمی نے روایت کیا)

۴۔ عمامہ باندھا کرو۔ تمہاری بُردباری بڑھ جائے گی۔ (بیہقی)

۵۔ عمامہ لازم پکڑ لو۔ یہ ملائکہ کی نشانی ہے اور پیچھے لٹکایا کرو۔ (اس کو بیہقی نے ابن عباس سے مرفوعاً نقل کیا)۔

۶۔ اوپر والا مضمون (طبرانی اور دیلمی نے ابن عمرؓ سے مرفوعاً ذکر کیا)۔ یہ تمام روایتیں ضعیف ہیں۔ (مقاصد حسنہ صفحہ ۲۵-۲۶۲)

۷۔ عمامہ باندھا کرو حلم میں بڑھ جاؤ گے۔ حاکم نے ابن عباس سے اس کو نقل کیا اور فرمایا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ لیکن علامہ ذہبی نے فرمایا کہ اس کے ایک راوی عبید اللہ کو امام احمد نے ترک کیا ہے۔ (المستدرک جلد ۴، صفحہ ۱۹۳)

طبرانی نے بھی ابن عباس سے اس کو نقل کیا ہے ان کی سند میں ایک راوی عمران بن تمام ضعیف ہیں بقیہ رجال ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد جلد ۵، صفحہ ۱۲۲ و فیض القدیر جلد ۱، صفحہ ۵۵۵) یہ دونوں طرق ضعیف ہیں موضوع نہیں۔ (فیض القدیر ایضاً) ان کے مجموعہ سے قوت پیدا ہوگی۔

۸۔ عمامہ باندھا کرو حلم میں بڑھ جاؤ گے اور عمامے عرب کے تاج ہیں۔ (ابن عدی اور بیہقی نے اسامہ بن عمیر سے اس کو روایت کیا۔) یہ بھی ضعیف ہے۔

(الجامع الصغیر مع فیض القدیر جلد ۱، صفحہ ۵۵۵)

علامہ سخاوی آگے لکھتے ہیں کہ جو روایات ثابت نہیں ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں۔

۹۔ دیلمی نے اپنی مسند میں ابن عمرؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے عمامہ کے ساتھ نماز کا ثواب پچیس نمازوں کے برابر ہے اور عمامہ کے ساتھ جمعہ کا ثواب ستر جمعوں کے برابر ہے۔

۱۰۔ اور اسی میں ہے کہ فرشتے جمعہ کے دن عمامہ باندھ کر آتے ہیں اور غروب آفتاب تک عمامہ باندھنے والوں پر رحمت کی دعا کرتے ہیں۔

۱۱۔ اور اسی میں ہے کہ عمامہ کے ساتھ جمعہ بغیر عمامہ کے ستر جمعوں سے افضل ہے۔[1]

۱۲۔ ابن عمرؓ اور ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے رہتے ہیں۔ سفید عمامہ والوں کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔

۱۳۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ عمامہ کے ساتھ دو رکعتیں بغیر عمامہ کے ستر رکعتوں سے افضل ہیں۔

۱۴۔ ابو الدرداءؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ جمعہ کے دن عمامہ والوں پر رحمت نازل

---

[1] حافظ ابن حجرؒ نے ابن عمرؓ کی حدیث کو موضوع کہا ہے۔ (الفوائد المجموعہ للشوکانی صفحہ ۱۸۸)

فرماتے ہیں اور اس کے فرشتے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔

۱۵۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ عمامہ مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان فرق کرنے والا ہے۔

۱۶۔ حضرت رکانہؓ سے روایت ہے کہ ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق کرنے والی چیز ٹوپی پر عمامہ باندھنا ہے۔ یہ روایات بعض بعض سے زیادہ ضعیف ہیں۔

(مقاصد حسنہ للسخاوی صفحہ ۳۲۶)

۱۷۔ سعید بن جبیرؒ سے مروی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام جب فرعون کو غرق کرنے کے لئے آئے تھے تو ان پر کالا عمامہ تھا (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۸، صفحہ ۳۲۲) یہ روایت متصل نہیں مقطوع ہے۔ دو روایات کا موضوع ہونا محدثین کی تصریح سے معلوم ہوا تو وہ کالعدم ہیں باقی ضعیف ہیں جو متعدد صحابہ اور مختلف سندوں سے مروی ہیں۔ عقائد اور حرام و حلال کے علاوہ یعنی فضائل میں محدثین ضعیف سندوں کو بھی قبول کر لیتے ہیں۔ (تدریب الراوی جلد ۱، صفحہ ۲۹۸) جبکہ ضعف شدید نہ ہو اور خصوصاً جبکہ متعدد طرق سے مروی ہو۔ اسی وجہ سے شاید فقہائے عظام اور مفتیان کرام نے ان احادیث کے پیش نظر یہ تسلیم کر لیا ہے کہ عمامہ کے ساتھ نماز میں زیادہ ثواب ملتا ہے۔ کبیری میں مستحب ہونا صفحہ ۲۱۴ فتاوی رشیدیہ صفحہ ۳۲۶ میں ثواب زیادہ ہونا اور فتاوی رحیمیہ جلد ۴، صفحہ ۳۵۷ میں مستحب ہونا مذکور ہے۔

درمختار میں قنیہ سے نقل کیا ہے۔ یحسن للفقهاء لف عمامة طويلة و لبس ثياب واسعة۔ یعنی فقہاء کو طویل عمامہ لپیٹنا اور وسیع کپڑے پہننا بہتر ہے۔ علامہ شامیؒ نے طحطاوی سے یہ نقل کیا ہے کہ شاید ان کے یہاں یہی عرف رہا ہوگا۔ دوسری جگہ اگر یہ عرف ہو کہ بغیر طول کے تعظیم کی جاتی ہو تو علمی مقام کو ظاہر کرنے کے لئے ایسا ہی کریں گے تاکہ فقہاء پہچانے جائیں اور ان سے مسائل معلوم کئے جائیں۔ (درمختار مع ردالمحتار جلد ۵، صفحہ ۲۵۰)

امام بخاری کے تذکرہ میں ہے کہ وفات سے قبل جب سمرقند جانے کا ارادہ فرمایا تو عمامہ باندھا اور موزے پہنے۔ امام مسلم بھی امام ذہلی کے درس میں عمامہ کے ساتھ حاضر تھے۔ ان کے

اعلان پر اپنی چادر عمامہ پر رکھی اور چلے گئے۔ (مقدمہ فتح الباری صفحہ ۴۹۱ و ۴۹۲)

ٹوپی

۱۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفید ٹوپی پہنتے تھے۔ اس کو طبرانی نے روایت کیا۔ سیوطی نے جامع صغیر میں فرمایا کہ اس کی سند حسن ہے۔ جامع صغیر کے شارح عزیزی نے فرمایا کہ اس کی سند حسن ہے۔ (السراج المنیر جلد ۴، صفحہ ۱۱۲)

۲۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفید ٹوپی پہنتے تھے۔ اس کو طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا۔ اس میں ایک راوی عبداللہ بن خراش ہیں۔ ابن حبان نے ان کی توثیق کی ہے اور فرمایا کہ بسا اوقات غلطی کرتے ہیں۔ جمہور ائمہ نے ان کی تضعیف کی ہے۔ بقیہ رجال ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد للہیثمی جلد ۲، صفحہ ۱۲۲)

۳۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفید ٹوپی پہنتے تھے۔ طبرانی نے اس کو معجم اوسط میں اپنے استاذ محمد بن حنیفہ واسطی سے نقل کیا ہے جو ضعیف ہیں۔

(مجمع الزوائد جلد ۲، صفحہ ۱۲۲)

۴۔ ابو الشیخ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تین ٹوپیاں تھیں۔ (بذل المجہود جلد ۲، صفحہ ۵۲)

۵۔ مختصر میں ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تین ٹوپیاں اس طرح کی تھیں ایک (اندر میں کوئی چیز رکھ کر) سلی ہوئی۔ دوسری (یمنی) حبرہ چادر کی۔ تیسری کان والی جس کو آپ سفر میں پہنتے تھے۔ کبھی اپنے سامنے نماز پڑھتے وقت رکھ لیتے۔ (یہ حدیث ضعیف ہے)۔

(تذکرۃ الموضوعات صفحہ ۱۵۵)

۶۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفید (سر سے) چپٹی ہوئی ٹوپی پہنتے تھے۔ (ابن عساکر نے اس کو روایت کیا اس کی سند ضعیف ہے)۔ (فیض القدیر جلد ۵، صفحہ ۲۴۶)

۷۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مُحرِم آدمی کرتا، عمامہ، پائجامہ اور (ایک خاص قسم کی) ٹوپی نہیں پہنے گا۔ (بخاری شریف جلد ا صفحہ ۲۰۹ و جلد ۲ صفحہ ۸۶۳)

اس سے معلوم ہوا کہ لوگ حضرتؐ کے زمانہ میں ٹوپی پہنتے تھے۔

۸۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت حدیث نمبر ۲۹ پر گذر چکی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ٹوپی عمامہ کے نیچے اور بغیر عمامہ کے بھی پہنتے تھے۔ (ابن عساکر وغیرہ نے اس کو روایت کیا ہے۔ سنداً ضعیف ہے)

۹۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں کان والی ٹوپی پہنتے تھے۔ اور حضر میں چکی یعنی شامی ٹوپی (ابوالشیخ نے اس کو روایت کیا)۔ عراقی نے فرمایا کہ ٹوپی کے باب میں یہ سب سے عمدہ سند ہے۔ (فیض القدیر جلد ۵ صفحہ ۲۴۶) یہ حدیث، حدیث نمبر ۲۹ کے ذیل میں ذکر ہو چکی ہے۔

۱۰۔ ابو کبشہ انماریؓ فرماتے ہیں کہ صحابۂ کرامؓ کی ٹوپیاں پھیلی ہوئی چپکی ہوئی ہوتی تھیں۔ (ترمذی نے اس کو روایت کیا یہ حدیث ضعیف ہے)۔ (جلد ا صفحہ ۲۰۸)

حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں۔ یعنی سر کو گھیرے ہوئے تھیں۔ سر پر اٹھی ہوئی نہیں تھیں۔ بلکہ اس پر پھیلی ہوئی تھیں۔ (الکوکب الدری جلد ۲ صفحہ ۴۵۲)

روایت میں لفظ اکمام آیا ہے۔ یہ کُمّہ کی جمع ہے جس کے معنی ٹوپی ہے۔ اگر یہ کُم کی جمع مانی جائے تو اس وقت حدیث کا ترجمہ ہوگا کہ صحابۂ کرام کی آستینیں چوڑی تھیں۔

صحابۂ کرامؓ اور تابعینؒ کی ٹوپیوں کا ذکر

۱۱۔ زید بن جبیرؒ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن الزبیرؓ پر ٹوپی دیکھی، روایت میں لفظ برطلہ آیا ہے جو ایک قسم کی ٹوپی ہوتی ہے۔

ہشام بن عروہ بھی کہتے ہیں کہ میں نے ابن الزبیر پر باریک ٹوپی دیکھی۔

۱۲۔ عیسیٰ بن طہمان کہتے ہیں کہ میں نے انس بن مالکؓ پر ٹوپی دیکھی، روایت میں برنس کا لفظ ہے جس کے معنی لمبی ٹوپی ہوتا ہے۔ (بخاری شریف میں بھی حضرت انسؓ پر ٹوپی دیکھنا مذکور ہے)۔ (جلد ۲ صفحہ ۸۶۳)

۱۳۔ اشعث کے والد کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ابو موسیٰ اشعریؓ بیت الخلاء سے نکلے اور ان پر ٹوپی تھی۔

۱۴۔ اسماعیل کہتے ہیں کہ میں نے شریحؒ پر ٹوپی دیکھی۔

۱۵۔ ابو شہاب کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیرؒ پر ٹوپی دیکھی (یہ دونوں یعنی شریح اور ابن جبیر تابعی ہیں) علی بن الحسین یعنی حضرت زین العابدین، ابراہیم نخعی اور ضحاک پر بھی ٹوپی دیکھنا مروی ہے۔ (یہ تمام روایات مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۸ صفحہ ۲۴۲، ۲۱۳ اور ۲۴۴ پر سند مذکور ہیں)

حضرت علیؓ کے سر پر مصری سفید ٹوپی تھی (طبقات ابن سعد اردو جلد ۳ صفحہ ۱۸۷) ابو اسحاق سبیعی تابعی پر ٹوپی کا ذکر بخاری میں ہے۔ (جلد ۱ صفحہ ۱۵۹)

ابن العربی فرماتے ہیں کہ ٹوپی انبیاء اور صالحین کے لباس سے ہے۔ سر کی حفاظت کرتی ہے اور عمامہ کو ٹکاتی ہے۔ جو سنت ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ سر سے چپکی ہوئی ہو قبہ کی طرح (اٹھی ہوئی) نہ ہو ہاں اگر کسی کو یہ ضرورت ہو کہ سر سے جو بخارات نکلتے ہیں ان سے سر کو بچانا ہو اس کے لئے ٹوپی میں سوراخ کر دے تو یہ علاج کے طور پر ہوگا۔ (فیض القدیر جلد ۵ صفحہ ۲۴۷)

ترمذی شریف میں حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شہید وہ ہے جس کا ایمان عمدہ ہو اور دشمن سے ملاقات کے وقت اللہ تعالیٰ کے وعدوں کی تصدیق کرتے ہوئے بہادری سے لڑے اور شہید ہو جائے اس کا درجہ اتنا بلند ہے کہ لوگ قیامت کے دن اس کی طرف اپنی نگاہ اس طرح اٹھائیں گے یہ کہہ کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یا حضرت عمرؓ نے جو حدیث کے راوی ہیں اپنا سر اٹھایا یہاں تک کہ سر سے ٹوپی گر گئی۔ (ترمذی جلد ۱ صفحہ ۲۹۴)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یا حضرت عمرؓ کے سر پر ٹوپی تھی۔

کُرتا (قمیص)

کُرتا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ پسند تھا۔

۱۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ کپڑوں میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب کرتا تھا۔ (ترمذی جلد ۱ صفحہ ۳۰۶ وشمائل ترمذی صفحہ ۵) ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اور حاکم نے فرمایا یہ مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ علامہ ذہبی نے بھی اس کو صحیح بتایا۔ (مستدرک حاکم جلد ۴ صفحہ ۱۹۲) یہ روایت ابو داؤد و نسائی میں بھی ہے۔ ابن ماجہ میں یہ روایت یوں ہے کہ کوئی کپڑا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے سے زیادہ پسند نہیں تھا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۵۵)

کُرتے کے پسندیدہ ہونے کی وجوہ علماء کرام نے یہ بتائی ہیں۔ لنگی اور چادر کے مقابلے میں یہ جسم کو زیادہ چھپاتا ہے، کم خرچ اور جسم پر ہلکا ہوتا ہے۔ اس میں تواضع زیادہ ہے۔

(جمع الوسائل جلد ۱ صفحہ ۱۰۷)

حضرت شیخ محمد زکریا رحمۂ اللہ فرماتے ہیں کہ کرتہ میں ستر عورت بھی اچھی طرح ڈھکا ہوتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ تجمل اور زینت بھی اچھی ہوتی ہے۔ (خصائل نبوی صفحہ ۳۲)

۲۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کرتا پہنتے تھے تو داہنی طرف سے شروع فرماتے تھے (یعنی داہنا ہاتھ آستین میں پہلے داخل فرماتے)۔

(ترمذی جلد ۱ صفحہ ۳۰۶)

کرتے اور اس کی آستین کی لمبائی

۳۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتا ٹخنوں کے اوپر ہوتا تھا اور اس کی آستین انگلیوں کے برابر (مستدرک حاکم جلد ۴ صفحہ ۱۹۵) حاکم اور ذہبی نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔

ابن عساکر نے بھی اس کو سندِ ضعیف کے ساتھ ذکر کیا ہے۔
(الجامع الصغیر مع فیض القدیر جلد ۵ صفحہ ۲۴۶ و فیض القدیر جلد ۵، صفحہ ۱۷۳)

علامہ مناوی اس کی شرح فرماتے ہیں ٹخنوں سے اوپر یعنی نصف پنڈلی تک جیسا کہ ایک روایت میں آیا ہے۔ حضرت شیخ زکریاؒ لکھتے ہیں، علامہ شامی نے لکھا ہے کہ نصف پنڈلی تک ہونا چاہئے۔ (خصائل صفحہ ۴۷)

اگر کرتا بہت اونچا ہو مثلاً گھٹنے تک یا اس سے اوپر تو محاورہ میں اس کو ٹخنے سے اوپر نہیں کہیں گے، اس تعبیر کا مطلب یہی ہوگا کہ ٹخنوں سے اوپر ہوگا مگر کچھ قریب۔ واللہ اعلم بالصواب

۴۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کرتے کی آستین پہونچے تک تھی۔ بزار نے اس کو روایت کیا ہے اس کے رجال ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد جلد ۵، صفحہ ۱۲۳)

۵۔ حضرت اسماء بنت یزیدؓ سے بھی مروی ہے کہ حضرت کے ہاتھ کی آستین پہونچے تک تھی۔ [(ترمذی نے صفحہ ۳۰۶) میں اس کو روایت کیا اور فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے]۔ سیوطی نے بھی حسن کہا ہے۔ (فیض القدیر جلد ۵، صفحہ ۱۷۴) ابو یزید عقیلی سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔

(ابن ابی شیبہ جلد ۸، صفحہ ۲۱۱)

(تنبیہ) آستین کی لمبائی کے بارے میں یہ دونوں باتیں کہ پہونچے تک ہوتی تھی۔ یا انگلیوں کے برابر آپس میں ایک دوسرے کے منافی نہیں۔ کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ کسی کرتے کی آستین پہونچے تک رہی ہو اور دوسرے کرتے کی انگلیوں تک۔ اس پر اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تو صرف ایک ہی کرتا تھا جیسا کہ طبرانی نے ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ہی کرتا تھا۔ (مجمع الزوائد جلد ۵، صفحہ ۱۲۴)

اور حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کا کھانا شام کے لئے اور شام کا کھانا صبح کے لئے اٹھا کر نہیں رکھا اور نہ کسی چیز کے دو عدد بنائے۔ نہ دو کرتے، نہ دو چادر، نہ دو لنگی نہ دو چپل۔ (شرح شمائل للمناوی مع جمع الوسائل صفحہ ۱۰۷ عن کتاب الوفا لابن الجوزی)

تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابو الدرداء کی حدیث ضعیف ہے اس لئے کہ اس کی سند میں سعید بن میسرہ ضعیف راوی ہیں۔ (مجمع الزوائد جلد ۵ صفحہ ۱۲۳)

حضرت عائشہؓ کی حدیث کا حال معلوم نہیں اور دونوں حدیثوں کو معتبر ماننے کی صورت میں یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ بیک وقت دو عدد جمع نہیں فرماتے تھے لیکن دو وقت میں دو قسم کے کپڑے ہو سکتے تھے۔ اس میں کوئی استبعاد نہیں، لیکن تحقیقی بات یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیک وقت بھی دو کرتے تھے۔ **وکان علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قمیصان۔** (بخاری شریف جلد ۱، صفحہ ۱۸۰)

بعض علماء نے یہ جواب بھی دیا ہے کہ تخمینہ اور اندازہ سے یہ دونوں باتیں کہی گئی ہیں۔ یا یہ کہ جس وقت کرتا دھلا جاتا تھا اور آستین کی شکنیں ختم ہو جاتی تھیں اس وقت انگلیوں تک پہنچ جاتی اور جب استعمال کے بعد شکنیں پڑ جاتیں تو پھر سکڑ کر پہونچے تک پہنچ جاتی۔ اس کے علاوہ جوابات بھی دیے گئے ہیں۔ (دیکھئے جمع الوسائل صفحہ ۱۱۰)

۶۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کرتا پہنتے تھے جس کی لمبائی کم اور آستین چھوٹی تھیں۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۵۶)

امام سیوطی نے جامع صغیر میں اس کے حسن ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ لیکن حافظ عراقی نے اس کو ضعیف بتایا ہے۔ (فیض القدیر جلد ۵، صفحہ ۲۴۲)

بصورت صحت مطلب یہ ہوگا کہ کرتا اتنا لمبا نہیں ہوتا تھا کہ ٹخنے سے نیچے چلا جائے اور نہ آستین اتنی لمبی ہوتی تھی کہ انگلیوں سے بھی متجاوز ہو جائے۔

تا کہ یہ روایت دوسری روایات کے خلاف نہ ہو جائے۔ ورنہ بصورت تعارض اس سے صحیح روایتوں کو ترجیح ہوگی۔

۷۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ اسبال (یعنی بہت لمبا کرنا جو مکروہ ہے) لنگی، کرتا اور عمامہ (تمام میں) ہوتا ہے جو ان میں سے کسی کو بھی تکبر کی وجہ سے کھینچے اللہ تعالیٰ قیامت کے

دن اس کی طرف نہیں دیکھیں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۸، صفحہ ۲۰۸)

۸۔شعبہ کہتے ہیں کہ میں محارب بن دثار سے علاوہ گھوڑے پر سوار ہو کر قضاء کے لئے دار القضاء جا رہے تھے میں نے ان سے یہ حدیث پوچھی تو فرمایا میں نے ابن عمرؓ کو سنا فرما رہے تھے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنے کپڑے کو (خواہ لنگی، پائجامہ ہو یا کرتا) تکبر سے کھینچے گا اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن (نظر رحمت سے) نہیں دیکھیں گے۔شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے محارب سے پوچھا کہ ابن عمرؓ نے لنگی کا لفظ ذکر کیا تو فرمایا لنگی، یا پائجامہ، یا کرتا کو خاص نہیں کیا۔(بخاری شریف جلد ۲، صفحہ ۸۶۱) یعنی یہ حکم تمام کپڑوں کو عام ہے خواہ لنگی ہو یا کرتا یہ بات مجاہد اور عکرمہ سے بھی مروی ہے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۸، صفحہ ۲۰۹)

(تنبیہ) کوئی یہ نہ کہے کہ میں اگرچہ پائجامہ، یا کرتا ٹخنے سے نیچے رکھتا ہوں لیکن میرے اندر تکبر نہیں ہے۔اس لئے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اِيَّاكَ وَاِسْبَالَ الْاِزَارِ فَاِنَّهَا مِنَ الْمَخِيْلَةِ (ابوداؤد بسند صحیح مشکوۃ صفحہ ۳۷۹) معلوم ہوا کہ ٹخنے سے نیچے کرنا یہ خود تکبر کی خصلت ہے۔ والناس عنه غافلون۔

۹۔حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کو نیا کرتے پہننے کو فرمایا۔(طبقات) نیز حضرت عمرؓ نے سنبلانی کرتا پہنا جس کی آستین پہونچے سے آگے نہیں تھی۔

(طبقات جلد ۳، صفحہ ۱۱۲)

صحابہؓ اور تابعینؒ کے کرتے اور ان کی کیفیات

۱۔ حضرت عمرؓ نے نیا کرتا پہنا اس کی آستین انگلیوں سے زائد تھی۔اپنے بیٹے عبداللہ سے فرمایا کہ انگلیوں سے زائد کو کاٹ دو۔الخ (مستدرک حاکم جلد ۳، صفحہ ۱۹۵، وحیاۃ الصحابہ جلد ۲، صفحہ ۲۰۸)

۲۔حضرت علیؓ بھی آستین کو پھیلاتے۔انگلیوں سے زائد کو کاٹ دیتے اور فرماتے کہ آستینوں کو ہاتھ پر فضیلت حاصل نہیں ہے۔

(حیاۃ الصحابہ جلد ۲، صفحہ ۲۰۹ و ابن ابی شیبہ جلد ۸، صفحہ ۲۱۰ و طبقات ابن سعد جلد ۳، صفحہ ۱۸۶)

۳۔ ابوالخیری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ کو دیکھا کہ ان کے کرتے کی آستین پہونچے تک تھی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۸، صفحہ ۲۱۱)

۴۔ حضرت علیؓ ایک سوتی کپڑے کا کاروبار کرنے والے کے پاس گئے اور فرمایا تمہارے پاس سنبلانی کرتا ہے؟ اس نے ایک کرتا نکالا حضرت علیؓ نے اس کو پہنا، پنڈلیوں کے نصف تک تھا۔ دائیں بائیں دیکھ کر فرمایا اچھی مقدار میں معلوم ہوتا ہے کتنے میں دو گے؟ اس نے کہا امیرالمؤمنین چار درہم میں۔ حضرت علیؓ نے اپنی لنگی سے درہم نکال کر دیئے اور چل دیے۔

(حیاۃ الصحابہ عن حمدانی الزہد جلد ۲، صفحہ ۷۱۰)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ نے تین درہم میں ایک کرتا خرید کر پہنا جو پہونچوں سے لے کر ٹخنے تک تھا۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲، صفحہ ۵۲۶)

ایک روایت میں ہے کہ ان کے جسم پر موٹے کپڑے کا کرتا تھا جو ٹخنوں کے اوپر تھا اور اس کی آستین انگلیوں تک تھی اور انگلیوں کی جڑ کھلی ہوئی نہ تھی۔ (طبقات ابن سعد جلد ۳، صفحہ ۱۸۹)

۵۔ محمد بن عمیر کہتے ہیں کہ میں نے سالم کو دیکھا کہ وہ اپنا کرتا ٹخنوں سے اوپر رکھے ہوئے تھے۔ فرمایا میں نے ابن عمرؓ کو دیکھا ان کا کرتا بھی ایسا ہی تھا۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۸، صفحہ ۲۰۹)

۶۔ عطاء فرماتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ سوتی کرتا پنڈلیوں کے آدھے تک پہنتے تھے اور چادر سُرین تک ہوتی تھی۔ (طبرانی نے اس کو روایت کیا) اس میں ایک راوی عثمان بن عطاء ہیں جو ضعیف ہیں لیکن محدث دحیم نے ان کو ثقہ بتایا ہے۔ (مجمع الزوائد جلد ۵، صفحہ ۱۲۴) ایسے مختلف فیہ راوی کی روایت حسن ہوتی ہے۔

۷۔ عبداللہ بن ابی ہذیل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کو دیکھا ان پر رازی یا زرائی کرتا تھا۔ جب اس کو چھوڑ دیتے تو پنڈلیوں کے آدھے تک پہنچتا۔ الخ (ابن ابی شیبہ جلد ۸، صفحہ ۲۱۰)

۸۔ طاؤس تابعی کا کرتا لنگی کے اوپر ہوتا تھا اور چادر کرتے کے اوپر ہوتی تھی۔

(ابن ابی شیبہ جلد ۸، صفحہ ۲۰۹)

۹۔ داؤد بن قیس کہتے ہیں کہ میں نے قاسم کو دیکھا ان کا کرتا ٹخنے تک تھا۔ (ایضاً) شاید ٹخنے سے قریب تک رکھا ہوگا۔ ٹخنوں کو چھپانا اور ان کے نیچے کرنا منع ہے۔

بخاری وغیرہ کی وہ حدیث دو مرتبہ گذر چکی ہے جس میں محرم [1] کو کرتہ ٹوپی وغیرہ سے منع کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ٹوپی عمامہ عام طور سے استعمال ہوتے تھے، کرتے کی تفصیلات اوپر کی روایات سے معلوم ہوئیں۔

اللہ تعالیٰ پوری امت کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف صالحین کے اتباع کی توفیق نصیب فرمائے اور یہود و نصاریٰ اور مشرکین کی مشابہت سے بچائے۔ آمین

اللهم تقبل منی هذا او وفقنی ایای والمسلمین لاتباع سید المرسلین و اصحابه واتباعهم فی عباداتهم وعاداتهم و شمائلهم و صلی الله علی حبیبه وصفیه محمد وآله وصحبه وامته اجمعین. وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔

فضل الرحمٰن الاعظمی غفرلہ

آزاد ول جنوبی افریقہ
قبل الجمعہ ۲۰ ربیع الآخر ۱۴۱۲ھ
مطابق ۱۱/۱۰ اکتوبر ۱۹۹۱ء

---

[1] احرام باندھا ہوا شخص۔

مؤلف مدظلہٗ کے مختصر حالات

ولادت و تعلیم :

ولادت ۱۳۶۶ھ کو مئو میں ہوئی۔ ابتدا سے اخیر تک تعلیم مئو ہی میں ہوئی اور ۱۳۸۶ھ میں مفتاح العلوم مئو سے فراغت حاصل کی، بعد فراغت مختلف کتابیں پڑھیں، قراءۃ سبعہ بھی، محدث کبیر مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی کی خدمت میں رہ کر فتاویٰ کی کتابوں کا مطالعہ کیا اور افتاء کی مشق کی۔ مشہور اساتذہ میں محدث اعظمی، مولانا عبداللطیف نعمانی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالرشید وغیرہم ہیں۔

تدریس و خدمات :

تین چار سال کے بعد مظہر العلوم بنارس میں تدریس شروع کی مختلف کتابیں پڑھائیں جن میں مشکوٰۃ و ترمذی بھی ہیں۔ وہاں فتاویٰ نویسی کی خدمت بھی انجام دی، چار سال وہاں قیام رہا۔

پھر ۱۳۹۴ھ میں جامعہ ڈابھیل تشریف لے گئے اور وہاں اکثر درسیات زیر تدریس رہیں، اخیر میں مشکوٰۃ، جلالین، طحاوی، ابن ماجہ، نسائی وغیرہ بھی پڑھائیں۔ وہیں تاریخ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل بھی مرتب فرمائی جو طبع ہو چکی ہے۔ ۱۴۰۳ھ میں سبعہ عشرہ بھی پڑھائی اور مقدمہ نظم قرآت بھی مرتب فرمایا۔ جس میں قراء عشرہ اور ان کے رواۃ کا تذکرہ بھی ہے۔

۱۴۰۷ھ میں مدرسہ اسلامیہ آزادول جنوبی افریقہ تشریف لائے۔ ۱۴۰۸ھ سے شیخ الحدیث مقرر ہوئے اور بفضل اللہ مختلف کتابیں بخاری، ترمذی اور طحاوی زیر تدریس رہتی ہیں۔

کئی کتابیں اور رسائل بھی آپ نے تالیف فرمائے۔ جو اب طبع ہو رہے ہیں۔ بحمد اللہ تبلیغی خدمات میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں، مختلف بلاد اور مقامات کے اسفار بھی ہوتے رہتے ہیں۔ جیسے انگلینڈ، ہولینڈ، فرانس، استنبول، موریشش، ری یونین اور افریقہ کے دیگر ممالک، حرمین شریفین کی زیارت سے بھی بار بار مشرف ہو رہے ہیں۔ حضرت مولانا حکیم محمد اختر

صاحب مدظلہ (خلیفہ حضرت مولانا ابرارالحق صاحب ہردوئی مدظلہ) کے خلیفہ بھی ہیں، بفضلِ رحمانی دین کے اکثر شعبوں میں محنت فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ علم وعمل اور عمر وصحت میں برکت عطا فرمائے۔ (آمین)

عتیق الرحمٰن الاعظمی